تدبر قرآن

زندگی کے سفر میں ایک خوبصورت سفر

از

طاہرہ فاطمہ

سورۃ فاتحہ تدبر

فہرست مضامین

اعوذ باللہ کی اہمیت

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

میں پناہ مانگتی ہوں اللہ کی شیطان مردود سے۔

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔۔۔پناہ کا دروازہ

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ شیطان کی شرارتوں سے بچنے کا واحد ذریعہ اللہ کی پناہ میں آنا ہے۔ یہ الفاظ مجھے ہمیشہ یہ یاد دلاتے ہیں کہ ہم خود سے شیطان کے وسوسوں اور حملوں سے نہیں بچ سکتے، ہمیں اللہ کی حفاظت درکار ہے۔

اللہ کی پناہ کیوں ضروری؟

شیطان ہمارے دشمنوں میں سب سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ وہ ہمیں براہِ راست نظر نہیں آتا، لیکن ہمارے دل و دماغ میں وسوسے ڈال کر ہمیں گمراہی کی طرف لے جانے کی مسلسل کوشش کرتا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا

بے شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے، پس تم بھی اسے دشمن ہی جانو۔ (الفاطر:6)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ شیطان ہماری تباہی کے درپے ہے، اور اس سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ ضروری ہے۔

حدیث کی روشنی میں "أَعُوذُ بِاللَّهِ" کی اہمیت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب انسان غصے میں ہو اور کہے: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ تو اس کا غصہ ختم ہو جاتا ہے۔ (بخاری 3282، مسلم 2610)

یہ حدیث ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ غصہ، جو اکثر ہمیں غلط فیصلے کرواتا ہے، دراصل شیطان کا ایک ہتھیار ہے۔ اللہ کی پناہ لینے سے نہ صرف ہمارا غصہ کم ہوتا ہے بلکہ ہم بہتر فیصلے بھی کر سکتے ہیں۔

روزمرہ زندگی میں "أَعُوذُ بِاللّٰهِ" کی اہمیت

جب غصہ آئے: اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی غلط بات کہہ دیتا ہے، یا بچے بہت زیادہ شرارت کر رہے ہوتے ہیں، تو غصہ آنا فطری ہے۔ لیکن جیسے ہی **أَعُوذُ بِاللّٰهِ** پڑھتی ہوں، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے دل ہلکا ہو گیا ہو اور شیطان کی طرف سے آنے والا اشتعال ختم ہو گیا ہو۔

نماز میں خیالات بھٹکیں: کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جیسے ہی نماز شروع کی، دنیا بھر کے خیالات آنا شروع ہو گئے۔ ایسے میں نبی ﷺ نے سکھایا کہ اگر خیالات بہت زیادہ ہوں تو **أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ** پڑھ کر بائیں جانب ہلکا سا تھوکنے سے شیطان دور ہو جاتا ہے۔ (مسلم 2203)

یہ تجربہ میں نے خود کیا ہے اور واقعی، اس عمل سے دھیان واپس نماز پر آ جاتا ہے۔

جب دل میں وسوسے آئیں: کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دل میں اچانک کوئی برا خیال آتا ہے، یا کوئی ایسا سوال ذہن میں ابھرتا ہے جو ایمان کو کمزور کر سکتا ہے۔ یہ بھی شیطان کا وار ہوتا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

اگر کسی کو وسوسے آئیں تو وہ کہے: آمَنْتُ بِاللّٰهِ اور أَعُوذُ بِاللّٰهِ پڑھ لے۔ (مسلم 134)

رات کو خوف محسوس ہو: اگر کبھی رات کو اکیلا ہونے کا خوف محسوس ہو، یا کوئی عجیب خواب آئے، تو "**أَعُوذُ بِاللّٰهِ**" پڑھ کر سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھنے سے خوف دور ہو جاتا ہے۔

گناہ کی طرف مائل ہونے پر: کبھی دل میں کوئی غلط کام کرنے کا خیال آتا ہے، جیسے کسی سے بدلہ لینے کا، کسی کی برائی کرنے کا، یا کوئی اور گناہ۔ ایسے وقت میں "**أَعُوذُ بِاللّٰهِ**" کہہ کر خود کو روکنا، شیطان کے جال سے بچنے کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ کہنا دراصل ایک مضبوط قلعہ میں پناہ لینے جیسا ہے۔ یہ وہ دعا ہے جو ہمیں شیطان کے حملوں سے محفوظ رکھتی ہے، ہمیں غصے، وسوسوں، خوف اور گناہوں سے بچاتی ہے۔ اگر ہم روزمرہ زندگی میں اللہ کی پناہ مانگنے کو معمول بنا لیں، تو ہم شیطان کی چالوں سے آسانی سے بچ سکتے ہیں اور روحانی طور پر زیادہ مضبوط ہو سکتے ہیں۔ اللہ ہمیں اپنی پناہ میں لے اور شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رکھے۔ آمین!

آیت: 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا رحمان رحیم ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ایک برکت بھرا آغاز

قرآن کی پہلی آیت **بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ** میرے لیے محض ایک جملہ نہیں بلکہ زندگی کے ہر موڑ پر ایک روشنی، ایک سہارا، اور اللہ کی رحمت کی طرف کھلنے والا دروازہ ہے۔ جب میں اسے پڑھتی ہوں، تو یوں لگتا ہے جیسے اللہ مجھے یاد دلا رہے ہوں کہ کسی بھی کام کی ابتدا ان کے نام سے کروں، کیونکہ ہر چیز کا اختیار انہی کے ہاتھ میں ہے۔

حدیث کی روشنی میں "بِسۡمِ اللّٰهِ" کی اہمیت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس کام کی ابتدا بسم اللہ سے نہ کی جائے، وہ ناقص (برکت سے خالی) رہتا ہے۔ (ابوداؤد 4840، ابن ماجہ 1894)

یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ اللہ کے نام کے بغیر کیے جانے والے کام میں برکت نہیں ہوتی۔ جب میں اپنی زندگی پر نظر ڈالتی ہوں تو یہ حقیقت مجھ پر مزید واضح ہوتی ہے کہ جب بھی میں کسی کام کا آغاز "**بِسۡمِ اللّٰهِ**" سے کرتی ہوں، وہ کام بہتر طریقے سے مکمل ہوتا ہے، اور دل میں ایک عجیب سا سکون آجاتا ہے۔

روزمرہ زندگی میں "بِسۡمِ اللّٰهِ" کی برکتیں

دن کی شروعات: صبح جب آنکھ کھلتی ہے اور میں **بِسۡمِ اللّٰهِ** کہتی ہوں، تو مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے اپنا دن اللہ کے سپرد کر دیا ہو۔ اگر کسی آزمائش کا سامنا کرنا پڑے، تو یہ ایک جملہ دل کو ہلکا کر دیتا ہے۔

کھانے سے پہلے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب کوئی کھانے سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان اس کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔ (مسلم 2017)

یہ حدیث ہمیں سکھاتی ہے کہ کھانے کی برکت اللہ کے نام سے جڑی ہوئی ہے۔میں نے یہ خود محسوس کیا ہے کہ جب میں بچوں کو کھانے سے پہلے "**بسم الله**" سکھاتی ہوں، تو وہ کھانے کی نعمت کی زیادہ قدر کرتے ہیں۔

مشکل کام کی ابتدا: جب میں کوئی تحریر لکھنے بیٹھتی ہوں، تو شروع میں ذہن بکھرا ہوتا ہے، لیکن جیسے ہی میں "**بِسۡمِ اللّٰہِ**" پڑھتی ہوں، خیالات خود بہ خود بہنے لگتے ہیں، جیسے اللہ واقعی میرے قلم کو سنوار رہے ہوں۔

ڈر اور خوف کی کیفیت میں: کبھی رات کو بچے بیمار ہو جائیں، یا کسی انجانے خوف کا سامنا ہو، تو **بِسۡمِ اللّٰہِ** پڑھ کر ان پر ہاتھ پھیرنے سے دل کو سکون ملتا ہے۔یہ الفاظ یاد دلاتے ہیں کہ اللہ کی رحمت ہر تکلیف سے بڑی ہے۔

گھر میں داخل ہوتے وقت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب کوئی شخص اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ کہتا ہے اور کھانے کے وقت بھی اللہ کا نام لیتا ہے، تو شیطان کہتا ہے: 'نہ یہاں رات گزارنے کی جگہ ملی اور نہ ہی کھانے کو کچھ ملا!(مسلم 2018)

یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ اللہ کے نام کو اپنی زندگی میں شامل کرنا شیطانی اثرات سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

سفر پر نکلتے وقت: رسول اللہ ﷺ جب سواری پر بیٹھتے تو "**بِسۡمِ اللّٰہِ**" پڑھ کر دعا فرماتے:

سبحان الذی سخر لنا هذا وما کنا له مقرنین (الزخرف: 1413)

یہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ اللہ کے نام سے سفر کا آغاز کرنا ہمیں اس کی حفاظت میں لے آتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ایک چھوٹا سا جملہ ہے، لیکن اس میں دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔یہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر معاملے کو اللہ کی رحمت اور مدد کے سپرد کر دیں۔چاہے ہم کوئی نیا کام کریں، کھانے سے پہلے، سونے سے پہلے، کسی مشکل میں ہوں یا کسی خوشی میں یہ آیت ہماری ڈھال ہے، ہمارا سہارا ہے، اور ہمارے لیے اللہ کی رحمت کی کھڑکی کھولنے کا ذریعہ ہے۔اللہ ہمیں اس آیت کی برکتوں کو سمجھنے اور اسے اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

آیت:2

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تمام تعریف اللہ کے لیے جو رب ہے تمام جہانوں کا۔

یہ آیت محض چند الفاظ پر مشتمل نہیں، بلکہ ایک مکمل طرزِ زندگی، عقیدے اور فکری زاویے کی بنیاد رکھتی ہے۔ اگر ہم ہر لفظ کو گہرائی سے سمجھیں، تو ہمیں نظر آئے گا کہ اس میں اللہ سے تعلق، شکر گزاری، اور زندگی میں پیش آنے والی ہر حالت میں اللہ پر بھروسے کا ایک مکمل نظام موجود ہے۔

الْحَمْدُ ہر طرح کی سچی، خالص اور مکمل تعریف

"**حمد**" کا مطلب صرف شکر ادا کرنا نہیں، بلکہ یہ ایک وسیع تر مفہوم رکھتی ہے:

تعریف: اللہ کی خوبصورتی، رحمت، قدرت، حکمت، اور سب کمالات کی تعریف۔

شکر: ہر چھوٹی بڑی نعمت پر، چاہے ہمیں اس کا شعور ہو یا نہ ہو۔

محبت: اس تعریف و شکر میں محبت کا عنصر بھی شامل ہے، یعنی اللہ سے محبت میں اس کی بڑائی کو تسلیم کرنا۔

روزمرہ کی مثالیں:

جب کوئی ماں اپنے بچے کو پالتی ہے، تو وہ ہر حال میں اس کی بھلائی کے لیے کام کرتی ہے، چاہے بچہ سمجھے یا نہ سمجھے۔ اسی طرح اللہ کی ہر تدبیر ہمارے حق میں بہتر ہوتی ہے، چاہے ہمیں اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ بارش برسی اور زمین سیراب ہو گئی **الحمدُ لله**۔ اگر سورج چمک رہا ہے اور گرمی محسوس ہو رہی ہے۔ **الحمدُ لله** کیونکہ یہی گرمی فصلوں کو پکا کر اناج میں بدل دیتی ہے۔ اگر آپ کی گاڑی وقت پر اسٹارٹ ہو گئی **الحمدُ لله**۔ اگر کسی دن خراب ہو گئی تب بھی **الحمدُ لله** کیونکہ شاید اس میں کسی بڑے نقصان سے بچاؤ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان:

جس نے صبح کے وقت الحمدُ لله کہا، اس کے دن بھر کے معاملات درست ہو گئے، اور جس نے شام کے وقت الحمدُ لله کہا، اس کی پوری رات خیر و برکت والی ہو گئی۔ (مسند احمد 18371)

"**لِلّٰهِ**" یہ تعریف اور شکر صرف اللہ کے لیے ہے۔ ہم اکثر اپنی کامیابیوں کا کریڈٹ خود کو دیتے ہیں، یا دوسروں کو۔ "میں نے اتنی محنت کی، تب جا کر ملا"۔ "میرے دوست نے میری مدد کی، تب جا کر میں کامیاب ہوا۔ مگر حقیقت میں ہر کامیابی، ہر سہولت، اور ہر آسانی اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ہم جو بھی حاصل کرتے ہیں، وہ اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔

اگر آپ نے ایک مشکل امتحان پاس کیا صرف اپنی محنت کو کریڈٹ نہ دیں، بلکہ اللہ کا شکر بھی ادا کریں جس نے آپ کو محنت کرنے کی توفیق دی، ذہن دیا، اور موقع فراہم کیا۔ اگر آپ کو رزق مل رہا ہے یہ صرف آپ کے کاروباری اسکلز کی وجہ سے نہیں، بلکہ اللہ کی دی ہوئی توفیق اور برکت کی بدولت ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

انسان کہتا ہے: میرا مال، میرا مال! حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ تیرا مال وہی ہے جو تو نے کھالیا، پہن لیا، یا صدقہ کر دیا۔ باقی سب تیرے بعد دوسروں کا ہوگا۔ (مسلم 2958)

یہ الفاظ ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہے، وہ حقیقت میں اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔

"رَبِّ الْعَالَمِينَ" تمام جہانوں کا رب

"**رب**" کا مطلب صرف خالق نہیں، بلکہ:

پیدا کرنے والا: اللہ نے ہمیں عدم سے وجود میں لایا۔

پرورش کرنے والا: زندگی کے ہر لمحے میں اللہ ہماری ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے۔

تدبیر کرنے والا: ہر نظام کو بہتر طریقے سے چلا رہا ہے۔

بڑھانے والا: ہمیں ترقی دے رہا ہے، ہمیں سیکھنے اور آگے بڑھنے کے مواقع دے رہا ہے۔

"العالمین" یعنی تمام جہانوں کا رب

ہم صرف انسانوں کی دنیا کو دیکھتے ہیں، مگر اللہ: زمین کے ذرے ذرے کا رب ہے۔ چاند، ستاروں اور کہکشاؤں کا رب ہے۔ پرندوں، جانوروں، درختوں کا رب ہے۔ فرشتوں اور ان دیکھی مخلوقات کا بھی رب ہے۔ پانی کے ہر قطرے، ہر موج، ہر ندی، ہر سمندر کا بھی رب ہے۔

روزمرہ زندگی میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی مشکل آئے، یاد رکھیں کہ ہمارا رب وہ ہے جو پورے جہانوں کا نظام سنبھالے ہوئے ہے۔ اگر وہ زمین و آسمان کا انتظام کر سکتا ہے، تو آپ کی چھوٹی بڑی پریشانیاں حل کرنا اس کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں! رسول اللہ ﷺ کا فرمان:

اگر تم سب کے سب، خواہ تمہارے پہلے کے لوگ یا بعد کے، انسان ہوں یا جن، ایک میدان میں کھڑے ہو کر اللہ سے مانگیں، اور وہ سب کو عطا کر دے، تب بھی اس کے خزانوں میں کچھ بھی کمی نہیں آئے گی، جیسے کہ سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے پانی میں کوئی کمی نہیں آتی۔ (مسلم 2577)

یہ آیت ہماری زندگی کیسے بدل سکتی ہے؟

ہر حال میں شکر: ہم ہر چیز میں "**الحمدُ لله**" کہنا سیکھیں، کیونکہ جو بھی ہو، اس میں اللہ کی حکمت ہوتی ہے۔

اللہ پر بھروسہ: جب ہم جان لیں کہ وہی ہمارا ربّ ہے، تو ہمیں کبھی گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

نعمتوں کو پہچاننا: ہم اپنے ہر سانس کو، اپنی صحت کو، اپنی آنکھوں، ہاتھوں، اور ہر نعمت کو اللہ کی طرف سے سمجھیں۔

ایک آخری بات اگر ہم اپنی زندگی میں صرف "**الحمدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ**" کو دل سے اپنانا شروع کر دیں، تو ہمارا غم آدھا، اور خوشی دوگنی ہو جائے گی۔ اللہ ہمیں سچی شکر گزاری اور اپنی ربوبیت کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

آیت: 3

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

رحمان اور رحیم ہے۔

"الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" الفاظ کی گہرائی میں تدبر

یہ دو الفاظ ایک ہی جڑ (ر-ح-م) سے نکلتے ہیں، لیکن ان کا مفہوم ایک دوسرے سے مختلف اور گہرا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو بیان کرنے کے لیے مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں، لیکن "**الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ**" کو سورۃ الفاتحہ میں ایک ساتھ لانے کا ایک خاص راز ہے۔

"الرَّحْمٰنِ" وسیع اور بے انتہا رحمت

یہ لفظ "فَعْلَان" کے وزن پر آیا ہے، جو عربی میں مبالغے اور شدت کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی "الرَّحْمٰنِ" وہ ذات ہے جس کی رحمت انتہائی وسیع ہے، جو پوری کائنات کو گھیرے ہوئے ہے، چاہے کوئی مومن ہو یا کافر، نیک ہو یا گناہگار۔ قرآن میں اللہ فرماتے ہیں:

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ

اور میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ (الاعراف:156)

الرَّحْمٰن وہ ہے جو ہر کسی پر مہربان ہے، چاہے وہ اللہ کو مانے یا نہ مانے۔ دنیا میں ہر مخلوق، ہر انسان، ہر جانور، ہر پرندہ اللہ کی رحمت سے فیض یاب ہو رہا ہے، چاہے وہ اللہ کی عبادت کرے یا نہیں۔ یہ وہ رحمت ہے جو ہوا، پانی، روشنی، صحت، زندگی کی صورت میں سب کو عطا ہوتی ہے۔ جب میں "الرَّحْمٰنِ" پر غور کرتی ہوں، تو مجھے یہ دنیا کا نظام نظر آتا ہے، جہاں ایک گناہگار بھی سانس لے رہا ہے، جہاں ایک بے ایمان بھی رزق پا رہا ہے۔ یہ سب اللہ کی رحمت کی وسعت ہے۔

"الرَّحِيمِ" مستقل اور خاص رحمت

یہ لفظ "فَعِيل" کے وزن پر آیا ہے، جو کسی صفت کے دوام اور تسلسل کو ظاہر کرتا ہے۔ یعنی "الرَّحِيمِ" وہ ذات ہے جو اپنی رحمت کو ہمیشہ جاری رکھتی ہے، لیکن یہ رحمت خاص طور پر اہل ایمان کے لیے زیادہ ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا

اور وہ مومنوں پر بہت مہربان ہے۔ (الاحزاب:43)

الرَّحِيم وہ ہے جو قیامت کے دن اپنے خاص بندوں پر رحمت نازل کرے گا۔ یہ وہ رحمت ہے جو صرف دنیاوی نعمتوں تک محدود نہیں، بلکہ آخرت میں بھی ہمیشہ قائم رہے گی۔ یہ وہ مستقل مہربانی ہے جو اللہ کے نیک بندوں کو دنیا و آخرت میں نصیب ہوتی ہے۔ جب میں "الرَّحِيمِ" پر غور کرتی ہوں، تو مجھے وہ خاص لمحے یاد آتے ہیں جب اللہ نے مجھے گناہ کے بعد بھی معاف کیا، جب اس نے میرے حق میں بہتر فیصلے کیے، جب میں نے کچھ کھویا، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ وہی میرے لیے بہتر تھا۔

"الرَّحْمٰنِ" اور "الرَّحِيمِ" — ایک ساتھ کیوں؟

"الرَّحْمٰنِ" میں اللہ کی عمومی اور بے پناہ رحمت ہے، جو سب کے لیے ہے۔ "الرَّحِيمِ" میں اللہ کی خصوصی اور دائمی رحمت ہے، جو صرف نیک بندوں کے لیے ہے۔ "الرَّحْمٰنِ" دنیا میں بھی کام آتی ہے، "الرَّحِيمِ" آخرت میں بھی کام آئے گی۔ جب میں "الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" کو ایک ساتھ پڑھتی ہوں، تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اللہ پہلے فرما رہا ہو: میں سب پر رحم کرنے والا ہوں، تم چاہے جیسے بھی ہو، میری رحمت تمہیں گھیرے ہوئے ہے۔ اور پھر ساتھ ہی یہ پیغام بھی دے رہا ہو: لیکن اگر تم ایمان لے آؤ، میرے قریب آ جاؤ، تو میری خاص رحمت ہمیشہ کے لیے تمہارے ساتھ ہو گی!

حدیث کی روشنی میں مزید گہرائی

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو اپنے عرش پر لکھا: بے شک میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ (بخاری: 7404، مسلم: 2751)

یہ حدیث "الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" کے گہرے مفہوم کو مزید واضح کرتی ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ عادل بھی ہے اور سزا بھی دیتا ہے، لیکن اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: میری رحمت آج میرے غضب پر غالب آ چکی ہے۔ (بخاری: 3194، مسلم: 2751)

یہ سن کر میرا دل مطمئن ہو جاتا ہے کہ چاہے میں کتنی بھی خطاکار ہوں، اگر میں اللہ کی طرف پلٹ آؤں، تو اس کی رحمت مجھے ڈھانپ لے گی۔

میری زندگی میں "الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ" کا اثر

یہ آیت مجھے تین چیزیں سکھاتی ہے:

1) اللہ کی رحمت کبھی ختم نہیں ہوتی، اس لیے کبھی مایوس نہ ہوں۔
2) اللہ کی خاص رحمت انہی کو ملتی ہے جو اس کے قریب آتے ہیں، اس لیے ایمان مضبوط کریں۔
3) اگر میں اللہ کی رحمت کی طلبگار ہوں، تو مجھے خود بھی رحم دل بننا چاہیے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔(ترمذی:1924)

یہ حدیث مجھے یاد دلاتی ہے کہ اگر میں چاہتی ہوں کہ "**الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ**" میرے ساتھ ہو، تو مجھے خود بھی دوسروں پر رحم کرنا ہوگا، چاہے وہ میرے بچے ہوں، میرے رشتہ دار ہوں، یا میرے ساتھ کام کرنے والے لوگ۔ "**الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ**" صرف اللہ کی صفات نہیں، بلکہ میرے دل کا سب سے مضبوط سہارا ہیں۔ جب میں اکیلی محسوس کرتی ہوں، جب میں آزمائش میں ہوتی ہوں، جب میں خود کو گناہوں میں الجھا ہوا پاتی ہوں، تو یہی دو الفاظ میرے دل کو روشنی دیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

آیت: 4

مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ

مالک ہے بدلے کے دن کا۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ حقیقی مالک، حقیقی عدالت

یہ آیت ہمیں جھنجھوڑتی ہے، ہمیں یاد دلاتی ہے کہ دنیا کی زندگی کا یہ نظام ایک دن اپنے اختتام کو پہنچے گا، اور پھر صرف ایک ہستی کی بادشاہت ہوگی۔۔۔ اللہ کی!

دنیا میں ہم طاقتوروں کو دیکھتے ہیں، ظالموں کو دیکھتے ہیں، عدل کے نام پر ناانصافی کو دیکھتے ہیں، اور کئی بار ہمارا دل چیخ اٹھتا ہے: کہاں ہے انصاف؟ کون ہمیں ہمارا حق دلائے گا؟ اور تب یہ آیت ہمیں سکون دیتی ہے: "**مالک یوم الدین**" یعنی بدلے کے دن کا حقیقی بادشاہ اللہ ہے! یعنی اس دن نہ کوئی وکیل چلے گا، نہ رشوت، نہ جھوٹ، نہ سفارش۔۔۔ بس اعمال کے مطابق جزا و سزا ہوگی۔

جب یہ آیت دل میں اترتی ہے

یہ آیت پڑھتے ہوئے مجھے وہ لمحے یاد آتے ہیں جب کوئی کسی نے دھوکہ دیتا ہے، جب کسی کے ساتھ ناانصافی ہوتے دیکھا، جب میں نے اپنے ارد گرد مظلوموں کی سسکیاں سنیں، جب ظالموں کو ہنستے ہوئے دیکھا۔ دل تڑپ اٹھتا تھا، غصہ آتا تھا، کبھی بے بسی محسوس ہوتی تھی۔ لیکن پھر یہ آیت

میرے اندر ایک ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی کی طرح اترتی ہے۔ اللہ فرما رہے ہیں: صبر کرو! میں ہوں، میں دیکھ رہا ہوں، اور میں فیصلہ کروں گا! یہی ایمان وہ سکون دیتا ہے جو کسی دنیاوی عدالت سے نہیں مل سکتا۔

قرآن کی گواہی: ہر ظلم کا بدلہ ہو گا

اللہ فرماتے ہیں:

"فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿٧﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴿٨﴾"

پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہو گی، وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہو گی، وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔ (الزلزال: 7-8)

یعنی نہ کوئی نیکی چھپے گی، نہ کوئی برائی۔ اگر کسی نے تمہارا حق مارا، تو قیامت کے دن وہ تمہیں لوٹایا جائے گا۔ اگر کسی نے تم پر ظلم کیا، تو وہ اس دن بھگتے گا۔

حدیث کا سبق: سب کا حساب ہو گا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَتُؤَدُّنَّ الحُقُوقَ إِلَى أَهْلِهَا يَوْمَ القِيَامَةِ، حَتَّى يُقَادَ لِلشَّاةِ الجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ القَرْنَاءِ"

قیامت کے دن جب ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیا جائے گا، تو وہاں نہ درہم ہوں گے نہ دینار، بلکہ اعمال کا لین دین ہو گا۔ (مسلم: 2581)

یہ کتنا خطرناک لمحہ ہو گا! اگر ہم نے کسی کا حق مارا، تو ہمیں اپنی نیکیاں دینی ہوں گی۔ اگر ہماری نیکیاں ختم ہو گئیں، تو مظلوم کے گناہ ہمارے کھاتے میں ڈال دیے جائیں گے!

زندگی کے لیے سیکھنے کے اسباق

ہم ظلم سے بچنے کی کوشش کریں۔ اگر اللہ قیامت کے دن سب کا حساب لینے والا ہے، تو ہمیں اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہیے: کیا ہم کسی کا حق مار رہے ہیں؟ کیا ہم اپنے ماتحتوں پر ظلم کر رہے ہیں؟ کیا ہم رشوت، دھوکہ، جھوٹ میں ملوث ہیں؟ آج ہم بچ بھی جائیں، لیکن وہاں نہیں بچ سکیں گے۔

صبر کرنا سیکھیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ظالم مزے میں ہیں اور مظلوم پریشان، تو ہمیں صبر کرنا چاہیے۔ کیوں؟ کیونکہ اصل فیصلہ "یوم الدین" پر ہوگا! اللہ فرماتے ہیں:

"وَلَا يَحْسَبَنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ أَنَّمَا نُمْلِى لَهُمْ خَيْرٌ لِّأَنفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِى لَهُمْ لِيَزْدَادُوٓا۟ إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ"

اور ظالم یہ نہ سمجھیں کہ ہم ان کے ساتھ نرمی کر رہے ہیں، بلکہ ہم انہیں ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ وہ اور گناہ کریں، پھر ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔(آل عمران:178)

اگر تم مظلوم ہو، تو صبر کرو، اللہ تمہارا بدلہ لے گا! خود کو ہر لمحہ اللہ کے سامنے جواب دہ سمجھیں۔ اگر ہمیں یقین ہو کہ ہمیں اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر جواب دینا ہے، تو ہم کیا کریں گے؟ ہم ہر قدم سوچ سمجھ کر رکھیں گے۔ ہم دوسروں کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریں گے جیسا ہم چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ ہو۔ ہم چھوٹے سے چھوٹے عمل کو بھی سنجیدگی سے لیں گے۔ اللہ فرماتے ہیں:

وَنَضَعُ ٱلْمَوَٰزِينَ ٱلْقِسْطَ لِيَوْمِ ٱلْقِيَـٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۖ وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَـٰسِبِينَ

اور قیامت کے دن ہم انصاف کا ترازو قائم کریں گے، پھر کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔(الأنبیاء:47)

آخری سوچ: تمہیں کون بچائے گا؟

جب دنیا میں کسی پر کیس بنتا ہے، تو وہ پریشان ہو جاتا ہے کہ اب کیا ہوگا؟ کسی سے سفارش ڈھونڈتا ہے، وکیل کرتا ہے، لاکھوں خرچ کرتا ہے، صرف ایک سزا سے بچنے کے لیے! لیکن قیامت کا دن؟ وہاں نہ کوئی وکیل ہوگا، نہ سفارش، نہ دنیا کا کوئی قانون۔ بس "مالک یوم الدین" کا فیصلہ ہوگا۔ تو پھر کیا ہم آج اپنی تیاری نہیں کریں گے؟

آیت:5

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

یہ آیت ایک مؤمن کی زندگی کا نچوڑ ہے۔ یہ آیت انسان کے اصل مقام کو ظاہر کرتی ہے۔ یہ آیت زندگی کا رخ متعین کرتی ہے۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ(اے اللہ ! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں)

وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ(اور ہم صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں)

یہاں دو بنیادی تصورات ہیں:

1) عبادت(**نَعْبُدُ**)

2) مدد کی طلب(**نَسْتَعِينُ**)

یہ دونوں چیزیں الگ الگ نہیں بلکہ جُڑی ہوئی ہیں۔ اگر عبادت میں اخلاص نہیں تو مدد کی طلب بے فائدہ ہے۔ اگر مدد کی طلب میں یقین نہیں تو عبادت محض رسمی بن جاتی ہے۔

"إِيَّاكَ نَعْبُدُ "عبادت کا حقیقی مفہوم

"عبادت" صرف ظاہری اعمال کا نام نہیں، بلکہ یہ دل، روح، اور جسم کا مکمل جھکاؤ ہے۔

"نَعْبُدُ "کا اصل مفہوم

عبادت کا مادہ "**عَبَدَ**" جس کا مطلب ہے کسی کے سامنے مکمل عاجزی اور محبت کے ساتھ جھک جانا۔ "عبادت" تین بنیادی عناصر پر مشتمل ہوتی ہے:

1) محبت: اللہ کی محبت سب محبتوں سے زیادہ ہو۔
2) عاجزی: انسان اپنی ہستی کو اللہ کے سامنے بالکل بے بس سمجھے۔
3) اطاعت: مکمل فرمانبرداری، بغیر کسی چوں وچرا کے۔

محبت، عاجزی، اور اطاعت، یہ تینوں اگر کسی کے دل میں صرف اللہ کے لیے ہوں، تو وہ سچا عابد ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ ٱللَّهِ ۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ۗ

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو بھی اس کا شریک بنا لیتے ہیں اور ان سے اللہ کی طرح محبت کرتے ہیں، مگر ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔(البقرہ:165)

یہ آیت ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ اللہ کی محبت سب محبتوں سے بڑھ کر ہونی چاہیے۔ اگر ہمارے دل میں کوئی چیز اللہ کی محبت سے زیادہ جگہ گھیر لے، تو وہ شرک کی ایک قسم بن سکتی ہے۔ عبادت کا مطلب صرف نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ نہیں! عبادت ایک "زندگی کا نظام" ہے۔ کھانے، پہننے، چلنے، بولنے، رشتے نبھانے، سب میں اللہ کی مرضی دیکھنا یہ بھی عبادت ہے۔ اگر کاروبار میں سچائی ہے، تو یہ بھی عبادت ہے۔ اگر غریبوں کا حق ادا کر رہے ہیں، تو یہ بھی عبادت ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

کہہ دو کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ (الأنعام:162)

یعنی ایک مؤمن کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کے لیے ہونا چاہیے۔

"نَسْتَعِينُ" کا مفہوم

"**استعانت**" یعنی مدد مانگنا، سہارا لینا، کسی طاقتور ہستی پر بھروسہ کرنا۔ یہاں دو باتیں قابل غور ہیں:

1) مدد اللہ ہی سے مانگنی چاہیے۔
2) مدد کے اسباب اپنانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن یقین اللہ پر ہونا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا سَأَلْتَ فَاسْأَلِ اللَّهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ

جب تم سوال کرو، تو اللہ ہی سے کرو، اور جب مدد مانگو، تو اللہ ہی سے مانگو۔ (ترمذی:2516)

یعنی اصل مددگار اللہ ہے، باقی سب صرف وسیلے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں:

وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ﴿٢﴾ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے، اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو۔" (الطلاق:2-3)

اللہ پر بھروسہ رکھنے والا کبھی بے سہارا نہیں ہوتا۔

روزمرہ زندگی میں اس آیت کی جھلک

نماز پڑھنا عبادت ہے، لیکن دل میں اللہ کے علاوہ کسی اور کی محبت زیادہ رکھنا، عبادت میں کمی ہے۔ حلال کمائی کرنا عبادت ہے، لیکن اگر حرام طریقوں کو اپنایا، تو ہم عبادت کے اصل مقصد سے ہٹ گئے۔ دعا کرنا مدد مانگنے کا سب سے بہترین طریقہ ہے، لیکن اگر ہم صرف مشکل میں دعا کریں اور آرام میں اللہ کو بھول جائیں، تو یہ بھی غلط ہے۔ اللہ فرماتے ہیں:

وَإِذَا مَسَّ ٱلْإِنسَٰنَ ٱلضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۢبِهِۦٓ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُۥ مَرَّ كَأَن لَّمْ يَدْعُنَآ إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُۥ ۚ

جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے، تو وہ لیٹے، بیٹھے، یا کھڑے ہمیں پکارتا ہے، مگر جب ہم اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں، تو ایسا گزر جاتا ہے جیسے کبھی پکارا ہی نہ تھا۔ (یونس:12)

یہ آیت ہمیں خبردار کرتی ہے کہ صرف تکلیف میں اللہ کو نہ پکارو، بلکہ ہر حال میں اسی کے در پر جھکو۔

آیت:6

ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ

ہمیں ہدایت دے سیدھی راہ کی طرف

ہدایت کی گہرائی اور صراط مستقیم کی حقیقت

یہ آیت ایک بندے اور اس کے رب کے درمیان سب سے گہرا تعلق بیان کرتی ہے۔ یہ فقط ایک دعا نہیں، بلکہ زندگی کا سب سے اہم سوال ہے۔ ایک ایسا سوال، جو ہر انسان کے دل میں کبھی نہ کبھی ضرور پیدا ہوتا ہے: "کیا میں صحیح راستے پر ہوں؟" یہی سوال اس آیت کا مرکزی نکتہ ہے، اور یہی سوال ہماری زندگی اور آخرت کی کامیابی کا راز ہے۔

ہدایت صرف جاننا نہیں، بلکہ اس پر چلنا بھی ہے

عربی زبان میں "**ھدی**" کا مطلب صرف "راستہ دکھانا" نہیں بلکہ "منزل تک پہنچانے کی ذمہ داری لینا" بھی شامل ہے۔ یعنی، ہم اللہ سے صرف معلومات یا علم کی درخواست نہیں کر رہے، بلکہ عملی رہنمائی اور منزل تک پہنچنے کی توفیق بھی مانگ رہے ہیں۔ ہدایت صرف یہ نہیں کہ کوئی راستہ دکھا دے، بلکہ ایسا ہاتھ پکڑ کر لے جانا ہے کہ بندہ بھٹکنے نہ پائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَٱلَّذِينَ جَٰهَدُواْ فِينَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَاۚ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَمَعَ ٱلۡمُحۡسِنِينَ

اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں، ہم یقیناً انہیں اپنے راستوں کی ہدایت دیتے ہیں، اور بے شک اللہ نیک لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ (العنکبوت:69)

یہ آیت بتاتی ہے کہ ہدایت محض مانگنے سے نہیں ملتی، بلکہ اس کے لیے کوشش اور قربانی بھی ضروری ہے۔ گر ہم ہدایت چاہتے ہیں، تو ہمیں اللہ کے دین کو اپنانے کے لیے جدوجہد کرنی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔ (بخاری:71)

یہاں "فہم دین" ہدایت کا پہلا زینہ ہے، لیکن صرف فہم کافی نہیں۔ بہت سے لوگ دین کا علم رکھتے ہیں، مگر عمل نہیں کرتے۔ کچھ لوگ نیکی کو پہچانتے ہیں، مگر اپنی خواہشات کو ترجیح دیتے ہیں۔ تو سوال یہ ہے کہ ہم ہدایت کو صرف جانتے ہیں، یا اس پر چلنے کے لیے سنجیدہ بھی ہیں؟

"الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" ایک سیدھا راستہ، جس میں کوئی موڑ نہیں

"**صراط**" کا مطلب ایک واضح، وسیع، اور سیدھا راستہ۔

"**مستقیم**" کا مطلب ایسا راستہ جو بغیر کسی پیچیدگی کے، سیدھا منزل تک لے جائے۔

اللہ فرماتے ہیں:

وَإِنَّكَ لَتَهۡدِيٓ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ

اور بے شک آپ سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ (الشوریٰ:52)

یہ آیت بتاتی ہے کہ **صراط مستقیم** وہی ہے جس کی طرف نبی کریم ﷺ بلاتے ہیں۔ یعنی، وہ راستہ جو قرآن و سنت پر مبنی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، ان میں سے صرف ایک جنت میں جائے گا۔" لوگوں نے پوچھا: "وہ کون ہوگا؟" آپ نے فرمایا: "جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوں گے۔ (ترمذی: 2641)

یہاں ایک بڑی آزمائش ہے۔ دنیا میں بہت سے راستے ہیں، ہر کوئی اپنے راستے کو "صحیح" کہتا ہے۔ لیکن صراط مستقیم صرف ایک ہے اور وہ ہے اللہ اور اس کے رسول کا طریقہ۔ باقی سب راستے گمراہی کی طرف جاتے ہیں، چاہے وہ کتنے ہی دلکش کیوں نہ لگیں۔ اللہ فرماتے ہیں:

فَمَاذَا بَعْدَ ٱلْحَقِّ إِلَّا ٱلضَّلَٰلُ

پس حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا باقی رہ جاتا ہے؟ (یونس: 32)

یہ آیت ہمیں ایک کڑوی حقیقت بتاتی ہے: یا تو ہم حق پر ہوں گے، یا گمراہی میں۔ درمیان میں کوئی راستہ نہیں۔ یا تو ہم "**الصراط المستقیم**" پر ہوں گے، یا پھر کسی اور راستے پر اور وہ خطرناک ہوگا۔

روزمرہ زندگی میں ہدایت کے معنی

کیا ہم واقعی ہدایت کی طلب رکھتے ہیں؟ ہم روزانہ "**ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ**" پڑھتے ہیں، لیکن کیا ہم واقعی اسے دل سے مانگتے ہیں؟ کیا یہ الفاظ صرف ہماری زبان پر ہوتے ہیں، لیکن دل اس سے غافل ہوتا ہے؟

صراط مستقیم پر استقامت مشکل کیوں لگتی ہے؟ جب کوئی بندہ حق پر چلنے کی کوشش کرتا ہے، تو اسے آزمائشوں، رکاوٹوں، اور لوگوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے **صراط مستقیم** پر چلنے والوں کے لیے "استقامت" کا ذکر بھی کیا ہے:

إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُوا۟ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَٰمُوا۟ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ

بے شک جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ (فصلت: 30)

کیا ہم اپنے فیصلے "**صراط مستقیم**" کے مطابق کر رہے ہیں؟ کاروبار میں، دوستی میں، شادی میں، تعلیم میں، زندگی کے ہر شعبے میں، کیا ہم واقعی دیکھتے ہیں کہ ہمارا فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق ہے یا نہیں؟ یا ہم صرف وہی کرتے ہیں جو ہمیں آسان اور فائدہ مند لگتا ہے، چاہے وہ دین کے خلاف ہی کیوں نہ ہو؟ اللہ فرماتے ہیں:

فَمَنِ ٱتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

جس نے میری ہدایت کی پیروی کی، اس کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔(البقرہ:38)

کیا ہم ہدایت پر شکر ادا کرتے ہیں؟ اگر ہمیں نماز کی توفیق ہے، تو کیا ہم شکر ادا کرتے ہیں؟ اگر ہمیں دین کی سمجھ ملی ہے، تو کیا ہم اسے دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں؟ یا ہم ہدایت کو صرف اپنے لیے رکھتے ہیں، اور دوسروں کی پرواہ نہیں کرتے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے بہترین وہ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔(بخاری:5027)

☆☆☆☆☆

آیت:7

صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا ٱلضَّآلِّينَ

راستہ ان لوگوں کا جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان کا جن پر تیرا غضب ہوا اور جو بہک گئے۔

ہدایت کی مزید وضاحت

یہ آیت ہدایت کی طلب کو مزید واضح کرتی ہے اور ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ صراط مستقیم کا مطلب کیا ہے اور کس راستے سے بچنا ہے۔

جب ہم "ٱهْدِنَا ٱلصِّرَٰطَ ٱلْمُسْتَقِيمَ" کہتے ہیں، تو سوال پیدا ہوتا ہے: یہ صراط مستقیم ہے کیا؟ اور کون سے راستے غلط ہیں؟

اس آیت میں تین گروہوں کا ذکر ہے:

1) ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وہ جن پر اللہ کا انعام ہوا۔
2) ٱلْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وہ جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔
3) ٱلضَّآلِّينَ وہ جو بھٹک گئے۔

یہ تینوں گروہ ہدایت کے مختلف مراحل کو ظاہر کرتے ہیں۔ آیئے ان کو تفصیل سے سمجھتے ہیں۔

"ٱلَّذِينَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ "انعام یافتہ لوگوں کا راستہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُوْلَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَ وَحَسُنَ أُوْلَٰٓئِكَ رَفِيقٗا

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا، یعنی انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین۔ اور یہ بہترین ساتھی ہیں۔(النساء:69)

یہ لوگ کون ہیں؟

1) انبیا: وہ جن کو اللہ نے براہ راست وحی اور ہدایت عطا فرمائی۔

2) صدیقین: وہ جو سچائی میں سب سے آگے ہیں، جیسے ابو بکر صدیقؓ۔

3) شہدا: وہ جو دین کی خاطر جان دے دیتے ہیں۔

4) صالحین: نیک لوگ جو اللہ کے فرمانبردار ہوتے ہیں۔

یہی وہ راستہ ہے جس پر ہمیں چلنے کی دعا مانگنی چاہیے۔ یعنی وہی عقیدہ، وہی طرز زندگی، وہی قربانی، وہی عزم۔ اگر ہم انعام یافتہ لوگوں کا راستہ چاہتے ہیں، تو ہمیں ان کی صفات اپنانی ہوں گی۔ سوال یہ ہے: کیا ہم واقعی ان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں؟

"غَيۡرِ ٱلۡمَغۡضُوبِ عَلَيۡهِمۡ "اللہ کا غضب پانے والے

"**مغضوب علیهم**" کا مطلب ہے وہ لوگ جو حق کو جانتے تھے، مگر پھر بھی اس کے خلاف گئے۔ انہیں علم حاصل تھا، مگر انہوں نے اپنی خواہشات کی وجہ سے اس علم کو ترک کر دیا۔ وہ جانتے تھے کہ کیا صحیح ہے، مگر انہوں نے ضد، حسد، یا دنیا کی محبت میں حق کو چھپایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَبِمَا نَقۡضِهِم مِّيثَٰقَهُمۡ لَعَنَّٰهُمۡ وَجَعَلۡنَا قُلُوبَهُمۡ قَٰسِيَةٗۖ يُحَرِّفُونَ ٱلۡكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِۦ

پس ان کے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیے، وہ الفاظ کو ان کے اصل مقامات سے بدل دیتے ہیں۔(المائدہ: 13)

یہاں ایک اہم سبق ہے۔ علم رکھنے کے باوجود اس پر عمل نہ کرنا یا اس کا غلط استعمال کرنا اللہ کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔ **مغضوب علیھم** کی سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ وہ دین کو اپنی خواہشات کے مطابق بدلتے تھے۔ ہمیں خود سے پوچھنا چاہیے کیا ہم بھی اپنے فائدے کے لیے دین کے اصولوں کو توڑتے ہیں؟ کیا ہم جان بوجھ کر حق سے منہ موڑ رہے ہیں؟

"وَلَا ٱلضَّآلِّينَ" گمراہ لوگ

"**ضالین**" کا مطلب وہ لوگ ہیں جو بھٹک چکے ہیں، نیک نیتی رکھتے ہیں، مگر ہدایت نہیں رکھتے۔ ان کا ارادہ اچھا ہو سکتا ہے، مگر وہ صحیح راستے سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ان کے اعمال بظاہر نیکی لگ سکتے ہیں، مگر وہ ہدایت کے اصولوں کے بغیر ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تم میں سے جو کوئی ایسا عمل کرے جو ہمارے دین کے مطابق نہ ہو، وہ رد کر دیا جائے گا۔ (مسلم: 1718)

یہ لوگ گمراہی میں کیوں پڑتے ہیں؟ کیونکہ انہوں نے ہدایت کے لیے قرآن و سنت کو اختیار نہیں کیا۔ وہ اپنی عقل، جذبات، یا معاشرتی روایات کو دین سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں۔ نتیجتاً، وہ دین میں بدعات پیدا کر لیتے ہیں اور اللہ کی بجائے خود اپنی مرضی کے اصولوں پر چلنے لگتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں:

وَلَا تَتَّبِعِ ٱلْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ

اور اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کر دے۔ (ص: 26)

یہ آیت ہمیں خبردار کرتی ہے کہ جذباتی نیکی، ہدایت کے بغیر، گمراہی میں بدل سکتی ہے۔

یہ دعا ہمیں تین اہم اسباق دیتی ہے:

ہمیشہ ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی دعا مانگیں جو واقعی کامیاب ہیں۔ انبیا، صدیقین، شہدا، اور صالحین کی زندگیوں کو دیکھیں، ان کے اعمال کو اپنائیں۔ ان کی عادات، ان کی عبادات، ان کی اخلاقیات، ان سب کو اپنی زندگی میں لانے کی کوشش کریں۔

علم رکھنے کے باوجود گناہ کرنے سے بچیں۔ اگر ہمیں دین کا علم حاصل ہو چکا ہے، تو ہمیں اسے نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ میں جانتا ہوں، لیکن۔۔۔ جیسے الفاظ ہمارے لیے خطرناک ہو سکتے ہیں۔

نیک نیتی کافی نہیں، بلکہ صحیح راستہ بھی ضروری ہے۔ دین میں جذبات اور ذاتی خواہشات کی جگہ نہیں، ہدایت قرآن و سنت سے لینی ہے۔ جو بھی عمل ہم کریں، پہلے دیکھیں کہ یہ واقعی قرآن و حدیث کے مطابق ہے یا نہیں۔

یااللہ! ہمیں ان لوگوں کے راستے پر چلا، جن پر تو نے انعام فرمایا، نہ کہ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تیرا غضب نازل ہوا، اور نہ ہی ان لوگوں کے راستے پر جو بھٹک گئے۔ آمین!